# عمروابن ہشام کی اسلام مخالف تحریک کے اہم محرکات کا جائزہ

Review of the main motives of Amr Ibn Hisham's anti-Islamic movement

Dr. Hafiz Muhammad Sarfraz Ghani*
Dr. Matloob Ahmed**

**Abstract**
Amr Ibn Hisham was from the nobles of Quraysh. He belonged to the Banu Makhzum family and had great name and fame in all of Arabia for his generosity and hospitality of guests. He was also from the amongst those leders to whom people truned to for solving issues and dealing their affairs. He was also well-known the title of abul-Hakam (The father of wisdom). Due to his wisdom, at the age of 30 he become the member of Dar-un-Nadwa. He was so respected and honored that the day of his death was made a public day for mourning. But when Muhamamdﷺ was chosen as the Messenger of a Allah and sent to guide his people and the world from darkness to light. He became the flag bearer of disbelief and hatred towards Islam and Muslim. His hatred and enmity as to such an extent that the Muhammadﷺ gave him the title of "THE PHARAOH OF THIS UMMAH". This title was given to him by the messenger of Allah ﷺ due to his hatred, enmity and cruelty towards the message of Islam and the Muslims. He was one of the Meccan polytheist pagan Qurayshi leaders known for his critical opposition towards the Islamic prophet Muhammad ﷺ and the early Muslim in Mecca.
**Keywords:** Enmity, Cruelty, Hatred

اللہ تبارک وتعالی کے عظیم المرتبت اور اولوالعزام پیغمبروں نے جب دعوت حق کی صدا بلند کی تو ان کو آغاز دعوت میں ہی فرعون، ہامان، شداد اور قارون جیسے سرکش، ہٹ دھرم، متکبر، جابر، ظالم اور انا پرست سرداروں، وزیروں، مشیروں اور حکمرانوں کا سامنا کرنا پڑا، ان بے حس اور بے ضرور لوگوں نے کونسی ایسی تکلیف، دکھ اور اذیت ہے۔ جس سے اللہ تعالی کے مقدس ترین انسانوں کو دوچار نہیں کیا؟ مگر پیغمبران خدا نے نہ صرف ان کی بے اعتنائی اور طنز و تمسخر کا ثابت قدمی اور مستقل مزاجی سے سامنا کیا بلکہ ان کی عملی مخالفت بھی بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کی۔ اللہ رب العزت کے ان مقدس و مظہر انبیاء کرام علیہم السلام کے سلسلے کے آخری نبی جناب رول دوجہاں ﷺ نے جب کلمہ ٔحق کی صدا بانگ دھل بلند کی تو کفار مکہ نے ظلم و ستم کی شکل میں جو جواب دیا اس سے بنی نوع انسانیت کی تاریخ کے اوراق لرز اٹھے۔ اپنے تو اپنے غیر بھی ظلم و سفارکیت کی داستانیں پڑھ کر حالت سکتہ میں چلے گئے۔ کم ہمت یا معمولی مقاصد والے لوگ انمراحل ہی سے گھبرا اٹھتے ہیں۔ مگر عظیم مقاصد لے کر اٹھنے والی عالی ہمت ہستیاں ان کا مقابلہ مردانہ وار کرتی ہیں۔ داعی اعظم ﷺ ان عالی ہمت ہستیوں می

* Assistant Professor of Arabic & Islamic Studies University of Faisalabad.
Email: hafizsarfraz99@gmail.com
** Dean, Department of Arabic and Islamic Studies, University of Faisalabad.

سب سے نمایاں ترین ہستی ہیں۔ داعی اعظم ﷺ اور آپ کے جانثاروں کو کفار مکہ کے شریر سرداروں اور صاحب ثروت لوگوں کے ہاتھوں جن اذیتوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا ان کا مطالعہ آج بھی بڑے دل گردے والے لوگوں کو غمزدہ اور افسردہ کر دیتا ہے اور بڑے بڑے اور لواعلزم رجال دل چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ دعوت نبوی کے خفیہ تبلیغ والے ابتدائی تین سال نکال دیئے جائیں تو علانیہ تبلیغ کے صرف دوسرے سال ہی کفار مکہ اور معبودان باطل کے پیروکاروں نے ایسے حالات سے نبی کریم ﷺ اور جانثاران مصطفی ﷺ کو دوچار کر دیا تھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ قریشی سرداروں اور ان کے شر پسند عناصر نے ہجرت حبشہ کے بعد باہمی مشاورت و اتفاق رائے سے رسول رحمت ﷺ اور اصحاب محمد ﷺ کو تین سال کے لیے شعب ابی طالب میں محصور کر کے دم لیا۔

قریش مکہ کی ایذارسانیوں کا سلسلہ صرف شعب ابی طالب کی محصوری تک محدود نہ تھا بلکہ دکھوں، اذیتوں اور تکلیفوں کا یہ دور کبھی سفر طائف، ہجرت مدینہ، بدر واحد اور خندق واحزاب کی شکل اختیار کر لیتا تو کبھی حدیبیہ کی فضاؤں کو سیدنا ابو جندل رضی اللہ عنہ کی سسکیوں سے غمناک کر دیتا۔ مگر اللہ رب العزت کی مدد و نصرت اور حضور ﷺ کی ثابت قدمی کی بدولت قریش مکہ کی ایذارسانیوں کا سلسلہ فتح مکہ کی عظیم گھڑی کے موقع پر نہ صرف رک گیا بلکہ اس دردناک سفر کے رہبر ورہنما یا تو کفر کی حالت میں ہی نار جہنم کا ایندھن بن گئے یا پھر در مصطفی ﷺ کے گدا بن کر آج دنیائے اسلام اور اقوام عالم کی تاریخ کا ایک اہم باب بن چکے ہیں۔

مکی عہد رسالت میں دعوت اسلام کے خلاف تحریک برپا کرنے والوں میں سے ایک نمایاں نام عمرو ابن ہشام کا ہے۔[1] جو حقیقت میں مکی دور نبوت میں دعوت اسلام کا سب سے بڑا دشمن تحریک کا متحرک قائد تھا۔ وہ بنو مخزوم کا ایک بااثر رکن ہونے کے ساتھ ساتھ مکی جاہلی معاشرے میں بڑا اثر ورسوخ رکھتا تھا۔ اس کا خاندان بھی مکی سیاست میں بااثر سیاسی گروپ تھا وہ خود بھی امتیازی خصوصیات کا حامل تھا۔ عقل مند، صائب الرائے، تیز وطرار، نت نئی منصوبہ بندی کا ماہر، عملی اقدام کے لیے ہمت و حوصلہ اور جوش و جذبہ رکھنے کے علاوہ سخت جان، متحرک شخصیت کا مالک، اپنی اولوالعزی سے معمولی چیز کو بہت کچھ بنا دینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس کی ان خوبیوں کی بدولت ہی اسے ابوالحکم کہا جاتا تھا۔ ابن سعدؒ کے بقول "اس کا مدمقابل اور ہم پلہ بنوی عدی کے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی اور نہ تھا۔"(۱)

اللہ رب العزت نے عمرو ابن ہشام کو جو اوصاف و خصائص عطا فرمائے تھے ان سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد ہر صاحب عقل اور ذی شعور شخص کے ذہن میں یہ سوال جنم لیتا ہے کہ ایسا شخص تو دعوت اسلام کا جانثار سپاہی بن کر پیغام خداوندی کو عام کرنے کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیتا مگر اس کا کردار اس کے برعکس تھا۔ مقالہ ہذا میں ان تمام عوامل اور محرکات کا ایک عمومی جائزہ لینے کی کاوش کی گئی

---

1۔ ابوالحکم عمرو ابن ہشام بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابو جہل کی والدہ کا نام اسماء بنت محزبہ ہے ابو جہل 570ء میں یا اس سے کچھ دیر بعد پیدا ہوا۔ ابو جہل نے اپنی زندگی میں دو نکاح کیے ایک نکاح ام مجالد سے کیا جس سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور دوسرا نکاح اروی سے کیا جس سے دو لڑکیاں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہ اور حنفاء رضی اللہ عنہ پیدا ہوئیں۔ (اردو دائرہ معرف اسلامیہ: ۲، ۱۶۲)

ہے۔ جن کی بدولت عمرو ابن ہشام نہ صرف دعوت اسلام جیسی نعمت کبری سے محروم رہا بلکہ زبان نبوت سے "فرعون امت" سے جیسے منحوس ترین لقب کا مستحق ٹھہرا۔

ابو جہل اس بات کی تلاش میں رہتا تھا کہ شہر میں کون دعوت محمد ﷺ سے متاثر ہو رہا ہے اگر وہ مالی، معاشی، سماجی اعتبار سے کمزور ہوتا تو اسے جسمانی تشدد کا نشانہ بنانے سے گریز نہ کرتا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کی مدد و حمایت اور پشت پناہی کرنے والا کوئی نہیں جو ذرا بہت حالت میں کاروباری قسم کے لوگ ہوتے ان پر دھنس جماتا، دھمکی دیتا کہ کاروبار غھپ کرا دوں گا، مال نہیں بیچنے دوں گا وغیرہ وغیرہ، جو صاحب ایمان ذرا با اثر ہوتا اس کی غیرت کو للکارتا، لعن طعن کرتا ار معبودان باطل کے نام پر ترک اسلام کی اپیل کرتا۔ دوسرے سرداران قریش پر اثر انداز ہو کر انہیں مجبور کرتا کہ دو رسول عربی ﷺ کے خلاف متحدہ محاذ بنائیں۔ بقول ڈاکٹر نثار احمد "ابو جہل وفد بنا کر کئی مرتبہ جناب ابو طالب کے پاس جاتا اور ان کو ان کے بھتیجے ﷺ کی دعوتی سرگرمیوں سے آگاہ کر کے ان کو داعی حق کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور کرتا۔ اس کی کوششوں سے بنو ہاشم کا معاشرتی اور معاشی مقاطعہ کیا گیا اور اس کی تجویز پر ہی حضور ﷺ کی شمع حیات گل کرنے کا شیطانی منصوبہ بھی بنایا گیا۔ یہ تمام مکارانہ چالیں اگرچہ کامیاب نہ ہو سکیں لیکن ابو جہل کے فرانہ عزائم، شیطانی دماغ اور فرعونی خناس کا اندازہ اس سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔"(۲)

درج بالا حقائق سے آگاہی کے بعد درج ذیل عوامل سے پتہ چلتا ہے کہ عمرو ابن ہشام دعوت اسلام کی مخالفت میں نمایاں کردار کیوں ادا کر رہا تھا۔

### رشک وحسد:

ابو جہل کی ذاتی عداوت و دشمنی کا اصل سبب رشک و حسد تھا جس کا اظہار اس نے خود کیا ہے ابن اسحاق نے مغیرہ بن شعبہ کی روایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"مغیرہ نے کہا سب سے پہلا دن جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا وہ دن تھا جب میں اور ابو جہل مکہ کے گلی کوچوں میں پھر رہے تھے ہماری ملاقات رسول اللہ ﷺ سے ہوئی آپ ﷺ نے ابو جہل سے فرمایا اے ابو الحکم! میں تمہیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں تو تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف آجاؤ۔

ابو جہل نے کہا: اے محمد ﷺ کیا تم ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے رک جاؤ گے؟ کیا تم اس کے سوا کچھ اور بھی چاہتے ہو کہ ہم گواہی دیں کہ تم نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے۔ بخدا اگر میں جان لیتا کہ تم جو کچھ کہتے ہو وہ برحق ہے میں پھر بھی تمہاری اتباع نہ کرتا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے پھر ابو جہل میری طرف متوجہ ہوا اور کہا: بخدا میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص جو کہتا ہے وہ برحق ہے لیکن بنی قصی نے کہا کہ حجابہ یعنی خانہ کعبہ کی دربانی ہمارے ذمے ہے ہم نے اس کو تسلی کر لیا، انہوں ے کہا کہ ندوہ یعنی مجلس مشاورت کے ارکان ہم ہیں ہم نے اسے بھی تسلیم کر لیا پھر انہوں نے بھی کھانے کھلائے اور ہم نے بھی کھانے کھلائے، یہاں تک کہ جب ہمارے گھٹنے ان کے گھٹنوں

سے ٹکرانے لگے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم میں ایک نبی ہے۔ بخدا میں یہ کبھی نہیں مانوں گا۔"(۳)

یہ اعتراف ابو جہل کو بھی تھا اور دوسرے کفار کو بھی تھا کہ محمد ﷺ سچے ہیں اور کسی معاملے میں جھوٹ کے مرتکب نہیں ہو سکتے لیکن ان کا پیغام انہیں قابل قبول نہیں قرآن کریم میں ان کا قول نقل کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا:

''قد نعلم انه ليحزنک الذی يقولون فانهم لا يكذبونک و لکن الظلمين بايت الله يجحدون''(۴)

"اے محمد ﷺ ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے آپ کو رنج ہوتا ہے لیکن یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔"

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں امام ابن کثیر نے روایت کیا ہے کہ:

"ابو جہل، ابو سفیان اور اخنس بن شریق کا راتوں کو چھپ چھپ کر آنحضرت ﷺ سے قرآن کریم کی تلاوت سننا پھر صبح ایک دم ایک دوسرے سے مڈ بھیڑ ہونے پر شرمندہ ہونا، پھر نہ آنے کا وعدہ کر کے منتشر ہو جانا منقول ہے۔ پھر جب صبح ہو گئی تو اخنس بن شریق ابو سفیان کے گھر آیا اور پوچھا تم نے جو کچھ محمد ﷺ سے سنا اس کے بارے میں کیا تاثر ہے؟ ابو سفیان نے کہا: اے اخنس بن شریق بخدا میں نے وہ باتیں سنی ہیں جنہیں میں سمجھتا ہوں اور ان کی مراد کو بھی اور بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کے مفہوم و مراد کو میں نہیں سمجھتا۔

اخنس کہنے لگا میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میرا بھی یہی حال ہے پھر وہاں سے نکل کر وہ ابو جہل کے پاس آ گئے وہی سوال اس سے پوچھا تو ابو جہل نے جواب دیا: سنا کیا ہے۔ ہم میں اور بنو عبد مناف میں شرافت اور بزرگی کے بارے میں جھگڑا پیدا ہوا، چنانچہ انہوں نے بھی کھانے کھلائے اور ہم نے بھی۔ انہوں نے بھی ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھائے اور ہم نے بھی انہوں نے بھی لوگوں کو عطیات دیئے اور ہم نے بھی یہاں تک کہ جب ہم اور وہ برابر کے ہو گئے اور ہماری حالت اور ان کی حالت شرط کے دو گھوڑوں کی سی ہو گئی تو وہ کہنے لگے کہ ہم میں ایک نبی ہے۔ جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے، بھلا یہ اعزاز ہمیں کہاں سے مل سکتا ہے؟ بخدا ہم اس نبی ﷺ پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے۔ اس کے بعد اخنس اس کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔"(۵)

**ضد اور ہٹ دھرمی:**

ابو جہل کی عداوت، بغض، عناد میں اضافے کی ایک وجہ ضد اور ہٹ دھرمی تھی آغاز دعوت نبوی ﷺ کے ساتھ ہی اس کے دل میں بغض حسد کی آگ بھڑکانے کے عوامل پیدا ہوتے چلے گئے اور وہ اپنے غم و غصے پر قابو نہ پا سکا۔ یہی وجہ تھی کہ ابو جہل کے نہ چاہنے کے باوجود اس کے خاندان کے لوگ بڑی تیزی سے اسلام قبول کر رہے تھے چنانچہ قدیم الاسلام مکی مخزومی مسلمانوں میں سے ابو جہل کے چچازاد سیدنا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ان کی اہلیہ ام سلمہ رضی اللہ عنہ ان کے فرزند سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ ابو جہل کے ماں جائے بھائی سیدنا عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ اس کے ایک اور عم زاد بھائی سیدنا ارقم بن الارقم رضی اللہ عنہ جنہوں نے پوری بے خوفی اور بہادری کے ساتھ صفاء کے دامن میں واقع اپنا گھر دار ارقم حضور ﷺ کو پیش کر دیا اور اس کو اسلام کا مرکز بنا دیا۔ لیکن ابو جہل کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ آپ کو کچھ کہہ سکتا کیوں

کہ آپ ابو جہل کے نہ صرف کے ہم پلہ تھے بلکہ بعض لحاظ سے بہت تھے۔اسی طرح ابو جہل کے "حقیقی بھائی سید نا سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بھی ایمان لے آئے ابو جہل نے آپ رضی اللہ عنہ کو اور سید نا عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو قید کر دیا۔"(۶)

**عمرو ابن ہشام کی مشاورتی کمیٹی:**

عمرو ابن ہشام رسول اکرم ﷺ اور آپ کے جانثار ساتھیوں کو مختلف طریقوں سے اذیتیں دیتا تھا مثلاً کبھی وہ تنہا اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ پر مختلف طریقوں سے کاری اور کرتا مثلاً گئی ٹولیوں اور وفد کی شکل میں آپ ﷺ کو راہ حق سے روکنے کی کوشش کرتا۔ جناب ابو طالب بن عبد المطلب جو کہ حضور ﷺ کے چچا اور بڑے محسن تھے جب ان کے پاس کوئی وفد یا جماعت آتی ان میں ابو جہل سر فہرست ہوتا جناب ابو طالب کے پاس جب قریش کا پہلا وفد آیا تو ان میں درج ذیل ارکان نمایاں تھے۔ عتبہ، شبیہ پسران ربیعہ، ابو سفیان، العاص بن ہشام، الاسود بن مطلب، ابو جہل، ولید بن مغیرہ، بنیہ اور منبہ پسران حجاج بن عامر اور عاص بن وائل یہ دو پہلا وفد تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا جناب ابو طالب کے پاس آپ ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد آیا اس وفد کی تیاری میں ولید بن مغیرہ جو کہ اس وقت قبیلہ بنو مخزوم کا سردار تھا ابو جہل اور بنو امیہ کے سردار ابو سفیان بن حرب بن امیہ کا بڑا اہم کردار تھا اس وفد نے جناب ابو طالب کے پاس آکر اپنی گفتگو کا آغاز بقول علامہ بلاذریؒ یوں کیا:

"اے ابو طالب آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمارے مذہب کے عیب نکالتا ہے۔ ہمیں بے وقوف اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے یا تو آپ اسے روک لیں یا درمیان سے ہٹ جائیں ہم خود اسے روک لیں گے۔ جناب ابو طالب نے انکو بری نرمی سے جواب دیا اور بڑی خوبصورتی سے انہیں ٹال دیا وہ لوگ مطمئن ہو کر واپس آگئے۔"(۷)

رسول ﷺ اپنی اسی حالت پر قائم رہے اور اللہ کے دین کی اشاعت کرتے رہے لیکن حضور ﷺ کا یہ عمل اور دعوت اسلام کی اشاعت قریش مکہ اور عمرو ابن ہشام سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ دوسری بار پھر عمرو ابن ہشام اور اس کے ساتھی نبی کریم ﷺ کے چچا کے پاس آئے اور ان سے کہا:

"اے ابو طالب آپ ہم میں بلحاظ عمر و نسب اور رتبہ میں ایک خاص درجہ رکھتے ہیں اور ہم نے آپ سے التجا کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو ہم سے روکے رکھیں لیکن آپ نے انہیں ہم سے نہیں روکا اور واللہ ہم اس حالت پر صبر نہیں کر سکتے کہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں دی جائیں اور ہم میں سے عقل مندوں کر سکتے کہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں دی جائیں اور ہم میں سے عقل مندوں کو بے وقوف بنایا جائے اور ہمارے معبودوں میں عیب نکالے جائیں یا تو ہم اسے اپنے متعلق ایسی باتیں کرنے سے روک دیں گے یا پھر اس سے مقابلہ کریں گے، پھر آپ اس میں دخل نہ دینا یہاں تک کہ دونوں گروہوں میں سے کوئی ایک برباد ہو جائے۔"(۸)

جناب ابو طالب نے ان کو جیسے بھی ہوا واپس بھجوا دیا لیکن جناب ابو طالب کو اپنی قوم کی جدائی وران کی دشمنی بہت شاق گزری لیکن جناب ابو طالب کا رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے کرنے اور آپ ﷺ کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے کو بھی دل گوارہ نہ کرتا تھا۔ اس لیے جناب ابو

طالب نے حضور ﷺ کو اپنے پاس بلوایا اور آپ ﷺ سے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے! تمہاری قوم میرے پاس آئی تھی اور انہوں نے مجھ سے اس طرح کی باتیں کی ہیں۔

جناب ابو طالب کی باتیں سن کر نبی کریم ﷺ نے محسوس کیا شاید میں آپ کے لیے تکلیف کا باعث بن گیا ہوں اور میری وجہ سے آپ پریشان ہیں اور وہ آپ کی مدد ترک کر دیں گے ک اور آپ کو ان کے حوالے کر دیں گے اور اب آپ کی امداد اور حمایت سے عاجز ہو چکے ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یاعم او اللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی بسادی علی ان اترک ھذا الامد حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیه ماترکته۔''

''چچا جان واللہ اگر میری دائیں جانب سورج اور بائیں جانب چاند رکھ دیں کہ میں اس معاملے کو چھوڑوں یہاں تک کہ اللہ تعالی خود اس کو غلبہ دے یا میں مر جاؤں تو بھی اسے نہ چھوڑوں گا۔''

یہ کلام کرنے کے بعد آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور جب آپ وہاں سے واپس ہو گئے تو جناب ابو طالب نے آپ ﷺ کو پکارا اور کہا:

''بھتیجے! ادھر آؤ نبی کریم ﷺ ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا بھتیجے جاؤ اور جو چاہو کہو اللہ کی قسم کسی معاوضے پر بھی میں تمہیں ان کے حوالے ہر گز نہ کروں گا۔''(۹)

**جناب ابو طالب کے پاس آخری وفد:**

درج بالا دو وفود کے بعد جناب ابو طالب کے پاس ایک وفد عمرو ابن ہشام اور اس کے ساتھیوں کا اس وقت آیا جب جناب ابو طالب مرگ بستر پر تھے۔ یہ قریش کا جناب ابو طالب کے پاس آخری وفد تھا۔ اس وفد کے اراکین کی تعداد تقریباً پچیس (25) تھی۔ اس وفد نے جب اپنا مدعا بیان کیا تو نبی کریم ﷺ سے آپ کے چچا نے کہا:

''بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے معزز لوگ ہیں تمہارے ہی لیے جمع ہوئے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں کچھ عہد و پیمان دے دیں اور تم بھی انہیں کچھ عہد و پیمان دے دو۔ آپ ﷺ نے چچا کی بات سن کر فرمایا کہا گر یہ لوگ میری ایک بات مان لیں جس کی بدولت یہ لوگ عرب کے بادشاہ بن جائیں گے اور عجم ان کے زیر نگیں آجائے گا، آپ کی یہ بات سن کر عمرو ابن ہشام بولا اچھا بتاؤ وہ بات کیا ہے؟ تمہارے باپ کی قسم ایسی ایک بات کیا دس باتیں بھی پیش کرو تو ہم ماننے کو تیار ہیں آپ ﷺ نے فرمایا آپ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں اور اللہ کے سوا جنہیں پوجتے ہیں انہیں چھوڑ دیں اس پر انہوں نے ہاتھ پیٹ پیٹ کر اور تالیاں بجا بجا کر کہا محمد ﷺ تم یہ چاہتے ہو کہ سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا ڈالو؟ واقعی تمہارا معاملہ بڑا عجیب ہے۔''(۱۰)

**عمرو ابن ہشام اور اس کے شر پسند ساتھیوں کی اذیت ناک سر گرمیاں:**

عمرو ابن ہشام اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر آپ ﷺ کو بذریعہ گفت و شنید تبلیغ الہی سے روکنے کے ساتھ ساتھ اپنے گروہ کے ساتھ مل کر

نبی کریم ﷺ کو اذیت بھی پہنچاتا تھا۔ ابو جہل کے خبث باطن کی انتہا یہ تھی کہ وہ حضور ﷺ کو دکھ پہنچانے میں انتہائی بے باک ہو گیا تھا۔ اصحاب سیر نے متعدد ایسے واقعات نقل کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ رسول رحمت ﷺ کو تکلیف پہنچانے کے لیے ہر حد پار کر جاتا تھا۔

''مثلاً ایک دن اس نے اپنے نواؤں کے سامنے یہ شیخی بگھاری کہ اگر میں نے آپ ﷺ کو حرم میں نماز پڑھتے دیکھ لیا تو دوران نماز ان کی گردن کو کچل دوں گا اس غرض سے اس نے ایک بڑا سا وزنی پتھر دونوں ہاتھوں سے اٹھا لیا اور آپ ﷺ کی طرف بڑھا آپ ﷺ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان بحالت سجدہ مصروف عمل تھے سب کی نظریں اس کی طرف لگی تھیں اور ابھی وہ دائرہ قریب میں نہ پہنچا تھا کہ وحشت زدہ ہو کر اچانک پلٹا اس کے ے ہاتھ بے جان ہو گئے پتھر اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور ناکام و نامراد منہ لٹکائے اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا جو تماشے کے منتظر تھے اور تماشہ نہ ہوا۔ جب اس کے حواس بجا ہوئے اور لوگوں ے پوچھا کہ کیا ماجرا ہوا؟ تو ابو جہل کہنے لگا کہ جب محمد ﷺ کے قریب پہنچا تو میرے اور ان ﷺ کے درمیان ایک سانڈ اونٹ حائل ہو گیا۔ بخدا میں نے کبھی ایسا کوئی سانڈ اونٹ نہیں دیکھا جس کا سر، گردن اور دانت اونٹ جیسے ہوں اور وہ اونٹ مجھے کھانے کے لیے لپکا۔''(۱۱)

علامہ ابن کثیرؒ نے سورۃ العلق کی آیت نمبر 6 سے 19 تک کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ اسی واقعہ کے تناظر میں نازل ہوئی تھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''کلآ ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی ان الی ربک الرجعی ارءیت الذی ینھی عبدًا اذا صلی ارءیت ان کان علی الھدٰی او امر بالتقوی ارءیت ان کذب وتولی الم یعلم بان اللہ یری کلا لئن لم ینتہ لنسفعًا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ خاطئۃ فلیدع نادیہ سندع الزبانیۃ کلا لا تطعہ واسجد و اقترب۔''(۱۲)

''بے شک انسان جب اپنے کو غنی دیکھتا ہے تو سر کش ہو جاتا ہے، بے شک تمہارے پروردگار کی طرف سب کو پلٹنا ہے، بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جو ایک بندہ کو جب نماز پڑھتا ہے تو وہ روکتا ہے بھلا دیکھو تو کہ اگر یہ راہ راست پر ہو یا پرہیز گاری کا حکم کرے تو (روکنا کیسا)'' بھلا دیکھو تو کہ اگر اس نے (سچے کو) جھٹلایا اور (اس نے) منہ پھیرا (تو نتیجہ کیا ہو گا) کی اس کو یہ معلوم نہیں کہ خدا یقیناً دیکھ رہا ہے۔ ہاں ہاں اگر باز نہ آیات و ہم ضرور پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ کیسی پیشانی جھوٹی خطا کار۔ اب پکارے اپنی مجلس کو۔ ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔ ہاں ہاں اس کی نہ سنو اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔''

اس کے علاوہ بھی ان آیات مبارکہ کے شان نزول کے متعلق علامہ ابن کثیرؒ نے کئی روایات اور واقعات نقل کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''ابو جہل نے قریش کے لوگوں سے پوچھا کہ کیا محمد ﷺ تمہارے سامنے اپنا منہ زمین پر لگاتے ہیں لوگوں نے کہا ہاں اس نے کہا کہ لات و عزی کی قسم اگر میں نے ان کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے پھر دیکھا تو ان کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا اور منہ زمین سے رگڑ دوں گا۔ جب ابو جہل نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ آپ ﷺ کی گردن پر پاؤں رکھنے کی غرض سے آگے بڑھا، مگر لوگوں نے دیکھا کہ اس

نے اچانک پیچھے ہٹنا شروع کر دیا اور ہاتھا اٹھا کر اپنا منہ کسی چیز سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اس نے کہا: میرے اور ان ﷺ کے درمیان آگ کی ایک خندق اور ایک ہولناک چیز آگئی جو اپنا جبڑا کھولے ہوئے کھڑی تھی جس میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا جوڑ جوڑ الگ کر کے چیتھڑے اڑا دیتے۔"(۱۳)

ان آیات مقدسہ کو نازل فرما کر اللہ تعالی نے ابو جہل کی دشمنی، عداوت اور خبث باطن کی مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ روز حشر تک آنے والی اقوام کو اس کی شر پسندی، دہشت گردی کی نوعیت اور کیفیت سے نہ صرف آگاہ کر دیا بلکہ عصر حاجر کے دشمنان دین کو ان آیت کریمہ سے یہ پیغام بھی دیا کہ جب تمہاری تحریک کا قائد جو اپنے شیطانی منصوبوں کو پایا تکمیل تک پہنچانے میں ناکام و نامراد ٹھہرا۔ اسی طرح تم بھی کبھی حضور اکرم ﷺ کی شان نبوت کو کم کرنے میں کامیاب و کامران ہوں گے عمرو ابن ہشام کی طرح تم بھی نیست و نابود ہو کر دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مٹ جاؤ گے۔

عمرو ابن ہشام یہاں حضور ﷺ کو خود اذیتوں اور تکلیفوں میں مبتلا کرنے سے گریز نہ کرتا تھا وہاں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر بھی اپنے گستاخانہ اور مخالفانہ عزائم کی تکمیل کر کے خوشی محسوس کرتا تھا۔ جیسا کہ علامہ بلازریؒ نے ذکر کیا ہے کہ:

"ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے قریب بارگاہ الٰہی میں سر بسجود تھے جبکہ ابو جہل مخزومی نے عقبہ بن ابی معیط سے ایک ذبح شدہ اونٹ کی اوجھڑی منگوائی اور بحالت سجدہ آپ ﷺ کے سر اقدس پر رکھ دی اور بعد میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کو جب خبر ہوئی تو انہوں نے آکر آپ ﷺ کو اس اذیت سے نجات دلائی اس وقت شرکائے مجلس ابو جہل اور عقبہ بن ابی معیط کے اس عمل سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔"(۱۴)

عمرو ابن ہشام اور اس کے شر پسند ساتھیوں نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کو اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائیں بلکہ انہوں نے جن مسلمانوں پر سب سے زیادہ ظلم و ستم کیا ان میں آل یاسر سر فہرست ہے۔ سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ[1] اور ان کے خاندان نے اسلام قبول کیا تو ان لوگوں پر قیامت ٹوٹ پڑی مشرکین مکہ جن میں ابو جہل پیش پیش تھا سخت دھوپ کے وقت انہں پتھریلی زمین پر لے جا کر اس کی تپش سے سزا دیتا۔ ایک بار انہیں اسی طرح سزا دی جا رہی تھی کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا:

"صبراآل یاسر موعد کم الجنته"(۱۵)

"آل یاسر صبر کرنا تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔"

1۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ مذحج سے تھا جو ایک یمنی قبیلہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ابو حذیفہ بن مغیرہ ابن عبد اللہ کے غلام تھے جن کا تعلق قبیلہ بنو مخزوم سے تھا انہوں نے آپ کی شادی اپنی باندی سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہ سے کر دی، ان سے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں کوفے کے گورنر مقرر ہوئے۔

عمرو بن ہشام ور قبیلہ بنو مخزوم کے لوگوں کے مظالم کی وجہ سے سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہ جو سیدنا عمارہ رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں ان کی شرمگاہ میں ابو جہل نے نیزا مارا اور آپ رضی اللہ عنہ بھی راہ خدا میں قربان ہو گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں۔ عمرو ابن ہشام کے ظلم و ستم کا باب سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہ ک شہادت پر بھی بند نہ ہوا بلکہ اس نے اور دوسرے مشرکین مکہ نے مل کر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر سختیوں اور اذیتوں کا سلسلہ جاری رکھا، آپ کو کبھی تیز دھوپ میں ریت پر لٹا دیتے اور سینے پر سرخ پتھر رکھ دیا جاتا اور کبھی پانی مس ڈبو دیا جاتا ان سے مشرکین کہتے تھے کہ جب تک محمد ﷺ کو گالی نہ دو گے یالات و عزی کے بارے میں کلمہ خیر نہ کہو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑ سکتے۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے ابو جہل اور دوسرے مشرکین کی بات مجبوراً مان لی۔ آپ رضی اللہ عنہ پھر نبی کریم ﷺ کے پاس روتے اور معذرت کرتے ہوئے حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی مجبوری و بے بسی کو دیکھتے ہوئے قرآن مجید کی درج ذیل آیت مبارکہ کے نازل فرمائی:

”من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرًا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم۔“(۱۶)

”جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا اس پر اللہ کا غضب اور عذاب عظیم ہے لیکن جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اس پر کوئی گرفت نہیں۔“

عمرو ابن ہشام کا ظلم و ستم جوں جوں بڑھتا جارہا تھا ایمان والوں کی تعداد بھی بڑھتی جارہی تھی کیونکہ انسانی طاقت امر ربی اور مشیت الہی کو روک نہیں سکتی۔ عمرو ابن ہشام اسلام کی جتنی مخالفت کرتا اور اسلام کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوشش کرتا، نتیجہ اس کے برعکس نکلتا تھا۔ اسکی عداوت و بغض نے وہ کام کر دیا جو کہ مسلمان بھی نہ کر سکے مثلاً سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ جو کہ حضور ﷺ کے چچا اور رضائی بھائی تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کا باعث ابو جہل کی بد کلامی اور بد زبانی تھی۔ ابن ہشام نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام میں داخل ہونے کا واقعہ تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”کوہ صفا کے قریب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ابو جہل گزرا تو اس نے آپ ﷺ کو تکلیف دی اور سخت الفاظ کہے اور آپ ﷺ کے دین کی عیب جوئی کی اور آپ ﷺ کے معاملے کو کمزور بتانے کا موقع پا لیا جس کو آپ ﷺ ناپسندیدہ فرماتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے کچھ نہ فرمایا اور عبد اللہ بن جدعان کی ایک لونڈی جو اپنے گھر میں تھی اس کی یہ باتیں سن رہی تھی اس کے بعد آپ اس کے پاس سے لوٹے تو اس نے قریش کی مجلس کا قصد کیا جو کعبۃ اللہ کے پاس تھی اور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا تھوڑی ہی دیر بعد سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کمان گلے میں ڈالے شکار سے واپس ہوتے ہوئے وہاں آ گئے وہ شکاری تھے تیر سے شکار کیا کرتے تھے اور کثر شکار کے لیے نکل جاتے تھے اور جب طواف کر چکے تو قریش کی مجلس میں ٹھہرتے اور سلام کرتے اور ان سے بات چیت کے بغیر نہ جاتے اور وہ قریش میں اعزاز رکھنے والے جوامر د اور سخت طبیعت تھے جب وہ اس لونڈی کے پاس سے گزرے جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر واپس ہو چکے تھے تو اس لونڈی نے

حمزہ رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو عمارہ کاش آپ اس آفت کو دیکھتے جو آپ کے بھتیجے محمد ﷺ پر ابو الحکم بن ہشام کی جانب سے آئی۔ اس نے انہیں یہاں بیٹھا ہوا پایا تو انہیں ایذا پہچائی اور گالیاں دیں اور جو باتیں انہیں ناپسند تھیں ان کی انتہا کر دی اور پھر چلتا بنا اور محمد ﷺ نے اس سے بات بھی نہ کی چونکہ اللہ تعالی آپ کو باعزت رکھنا چاہت تھا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ غصہ آیا اور وہ وہاں سے تیزی سے نکلے اور کسی کے پاس نہ رکے پھر جب مسجد میں داخل ہوئے تو اس کو دیکھا کہ لوگوں می بیٹھا ہوا ہے، تو اپ اسی کی طرف چلے اور جب اس کے سر پر پہنچ گئے تو کمان اٹھائی اور اسے رسید کی اس سے ابو جہل سخت زخمی ہو گیا اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو انہیں گالیاں دیتا ہے لے میں بھی ان کی دین پر ہوں۔ میں بھی وہی کہتا ہوں جو وہ کہتے ہیں اگر تجھ سے ہو سکے تو وہی برتاؤ مجھ سے بھی کر لے، بنی مخزوم کے لوگ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی جانب اٹھ کھڑے ہوئے کہ ابو جہل کی امداد کریں ابو جہل نے کہا ابو عمارہ کو جانے دو کیونکہ واللہ میں نے ان کے بھتیجے کو بری بری گالیاں دی ہیں۔"(۱۷)

عمرو ابن ہشام کی اذیتوں اور تکلیفوں ک بدولت اسلام کی طرف بہت سے لوگوں نے رغبت کی۔ اس نے بے شمار لوگوں کو اسلام سے روکنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالی نے اس کی خواہش کا نتیجہ اس کے برعکس نکالا۔ اس کے بغض و نفرت کی بدلوت غیر تو غیر اپنے بھی اسلام کی روشنی سے محروم نہ رہے۔ اس کی اولاد میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کو اسلام کی دولت نصیب نہ ہوئی ہو، بلکہ اللہ تعالی نے اپنے کرم سے اس کی والدہ کو بھی ایمان کی دولت عطا کر دی تھی لیکن یہ اپنی سختیوں اور ظلم و ستم سے باز نہ آیا۔

**مکمل بائیکاٹ:**

عمرو ابن ہشام اور اس کی جماعت کے لوگوں نے اپنے ظلم و ستم کی انتہا کے بعد جب دیکھا کہ لوگ ہمارے غیض و غضب کو خاطر میں نہیں لاتے اور نہ ہی ہماری جانب سے دی گئی سخت اذیتوں نے ان کا کچھ بگاڑا ہے تو انہوں نے ایک نیا طریقہ اختیار کیا جس کی بدولت آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کے ساتھ قطع تعلقی اختیار کر لی گئی جس کو تاریخ اسلام میں "مکمل بائیکاٹ" کا نام دیا گیا ہے اس بائیکاٹ کی تیاری میں بھی عمرو ابن ہشام سر فہرست تھا۔ اس بائیکاٹ کے نتیجے میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کو بہت زیادہ دکھوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس مصیبت کی گھڑی میں بنی ہاشم دینی مطلب کے سارے لوگوں نے بڑی استقامت کا مظاہرہ کیا شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام کے دوران جب مشرکین مکہ اپنا اپنا کردار ادا کر رہے تھے، عمرو ابن ہشام ابن ایام میں بھی ہر اس شخص پر نظر رکھتا تھا جس کا کسی نہ کسی طرح بنو ہاشم و بنو مطلب کے ساتھ تعلق تھا تاکہ وہ ان کی کسی بھی طرح مالی، معاشی، سماجی اور معاشرتی معاونت و مدد نہ کر سکے عمرو ابن ہشام اس معاملے میں کس حد تک رکھتا تھا اس کی مثال کچھ یوں دی جا سکتی ہے کہ:

"سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ جو کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے آپ شعب ابی طالب کی طرف اپنے غلام کے ساتھ گندم کی بوری اٹھا کر جا رہے تھے کہ ابو جہل سے واسطہ پڑ گیا اور وہ غلہ روکنے پر اڑ گیا لیکن بو البختری نے مداخلت کی اور انہیں اپنی پھوپھی کے پاس گیہوں بھجوانے دیا۔"(۱۸)

اللہ تعالی کا نظام ہے کہ جب تاریکی چھا جاتی ہے تو اجالے کا انتظام کر دیتا ہے اور جب ظلم و ستم حد سے بڑھ جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کو ختم کرنے کے اسباب پیدا کر دیتا ہے اسی طرح کی مدد و نصرت اللہ تعالی نے شعب ابی طالب میں مسلمانوں کی کی، لیکن اس مدد و نصرت میں اللہ تعالی کی عجیب حکمت و دانائی پوشیدہ تھی کیونکہ جس طرح شعب ابی طالب کے معاہدہ کو کفار نے لکھا تھا اللہ تعالی نے اس کو ختم بھی کفار سے کروایا لیکن عمرو ابن ہشام اپنے کفر میں انتہائی پختہ تھا کہ جب اس کو اس معاہدے کو ختم کرنے کے متعلق علم ہوا تو اس نے بھرپور مخالفت کی، مثلاً جبکہ ہشام بن عمرو، ثابت بن حارث، امیہ اور زمعہ بن الاسود نے یک زبان ہو کر اس معاہدے کو ختم کرنے اور پھاڑنے کا اعلان کیا تو ابو جہل جو کہ حرم کعبہ میں قریش کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو وہ غصے سے پیچ و تاب کھاتا ہوا اٹھا اور گرج کر بولا۔

''كذبت والله لا شقق''(١٩)

''تم جھوٹ کہہ رہے ہو بخدا اس صحیفہ کو ہر گز نہیں پھاڑا جائے گا۔''

عمرو ابن ہشام ہر وقت ایسے حالات کو قائم رکھنے کی کوشش کرتا جن سے دین اسلام کے ماننے والوں کے دکھوں اور مصیبتوں میں اضافہ ہو جائے اس لیے جب اس نے دیکھا کہ اس صحیفہ کو پھاڑنے کے لیے سب تیار ہو گئے ہیں تو خاموشی اختیار کرنے کی بجائے اس نے کہا کہ یہ سوچی سمجھی سازش ہے اور یہ رات کو تیار کی گئی ہے۔

دکھوں اور اذیتوں کے اس دور سے نجات دینے کے لیے اللہ تعالی نے مسلمانوں کے لیے ہجرت کی راہ نکالی اس راہ پر چل کر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام اپنے جان و مال اور ایمان کی حفاظت کر سکتے تھے لیکن جب اس راہ کو اختیار کرنے کی خبر قریش مکہ کے کافروں کو ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کے مکان کا گھیراؤ کر کے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس منصوبے کے بانیان میں جو لوگ سر فہرست تھے۔ ان میں عمرو ابن ہشام، حکم بن عاص، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف، طیعمہ بن عبدی، ابو لہب، ابی بن خلف، نضر بن حارث، رجعہ بن الاسود، نبیہ بن الحاج، منیہ بن الحاج۔ اس گروہ کو پورا وثوق اور پختہ یقین تھا کہ ان کی یہ ناپاک سازش کامیاب ہو کر رہے گی یہاں تک کہ ابو جہل نے بڑے متکبرانہ انداز میں مذاق و استہزا کرتے ہوئے اپنے گھیرا ڈالنے والے ساتھیوں سے کہا:

''محمد ﷺ کہتا ہے کہ اگر تم لوگ اس کے دین میں داخل ہو کر اس کی پیروی کرو گے تو عرب و عجم کے بادشاہ بن جاؤ گے پھر مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو تمہارے لیے اردن کے باغات جیسی جنتیں ہوں گی اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ان کی طرف سے تمہارے اندر ذبح کرنے کے واقعات پیش آئیں گے پھر تم مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے لیے آگ ہو گی جس میں جلائے جاؤ گے۔''(۲۰)

اسی طرح کی گفتگو اس کے دوسرے ساتھی بھی مکان کا محاصرہ کیے ہوئے کر رہے تھے اور وقت مقررہ کے منتظر تھے کہ کب موقع ملے اور ہم اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہو سکیں لیکن اللہ تعالی اپنے کام پر غالب ہے۔ خالق کائنات نے ان کی اس سازش کو قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا:

''واذ يمكر بک الذين كفرو اليثبتوک اويقتلوک اويخرجوک ويمكرون ويمكر الله والله خير المكرين۔''(٢١)

''وہ وقت یاد کرو جب کفار تمہارے خلاف سازشیں کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا نکال باہر کریں اور وہ لوگوں داؤ چلا رہے ہیں اور اللہ بھی داؤ چلا رہا ہے اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔''

اللہ تعالی نے اپنی اس تدبیر کے ذریعے عمرو ابن ہشام اور اس کے ساتھیوں کی تدبیر کو ناکام بنا کر حضور ﷺ کو محفوظ رکھا اور اپنے پیغمبر ﷺ کو باحفاظت نکال کر مدینہ پہنچا دیا۔ ابو جہل اور اس کے ساتھی ناکام و مایوس لوٹے۔ خدائی مدد و نصرت کو دیکھنے کے باوجود ابو جہل نے قریش کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کی تلاش کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے گھروں کی تلاشی لینا شروع کر دی، اسی تلاشی کے دوران عمرو ابن ہشام اپنے ساتھیوں کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا دروازہ بند پایا بڑے زور سے اسے کھٹکھٹایا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائیں، ابو جہل نے آپ ﷺ کے بارے میں پوچھا اور کہا:

''اے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تیرا باپ کہاں ہے؟ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مجھے کیا خبر کہ وہ کہاں ہیں؟ ابو جہل غصے سے بے قابو ہو گیا اور بڑے زور سے طمانچہ آپ کے چہرے پر رسید کیا جس سے آپ کے رخسار سرخ ہو گئے اور آپ کے کان میں ڈالی ہوئی بالی کا آویزہ ٹوٹ کر نیچے گر پڑا۔''(۲۲)

لیکن اس ناکامی کے باوجود قریش کی اس شریر جماعت کے قائد اور اس کے ساتھیوں کو سکون نہ آیا اور انہوں نے مرنے یا مارنے کی پالیسی کو اختیار کر لیا، آخر اللہ تعالی نے ان کی اس خواہش کو غزوہ بدر میں پورا کر دیا۔ کیونکہ جنگ و جدل کی جو راہ انہوں نے اپنائی تھی اس میں سے کسی ایک کو فتح و نصرت اور دوسرے کو شکست و ذلت کا سامنا کرنا پڑنا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ سے تشریف لے گئے تو ظلم و زیادتی کے باب کو بند ہونا تھا لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا قریش نے مختلف تدابیر کے ذریعے مثلاً انہوں نے مدینہ میں جو لوگ ان کے ساتھی تھے یا ان کے ایجنڈے پر کام کر رہے تھے ان کو دھمکیوں اور خطوط کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی مدد و نصرت سے باز رکھنے کی بھرپور کوشش کی، لیکن جب یہ خطوط اور دھمکیاں کارآمد نہ ہوئیں تو انہوں نے اپنی طاقت و قوت کے نشے میں مست ہو کر مسلمانوں پر مختلف حیلوں بہانوں کے ساتھ حملے کرنے کا پروگرام بنایا اس بات کا سب سے بڑا ثبوت غزوہ بدر (۲ھ) ہے جو کہ مسلمانوں کے اور کفار مکہ کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ تھا اس غزوہ کے بہت سے اسباب تاریخ اور سیرت کی کتب میں بیان ہوئے ہیں جو کہ بالکل درست اور ٹھیک ہیں لیکن اس کا ایک اہم سبب عمرو ابن ہشام کی ذاتی عداوت و دشمنی اور انانیت و ہٹ دھرمی تھی۔ غزوہ بدر کی کامیابی کے ذریعے عمرو ابن ہشام اور اس کی جماعت اپنے آپ کو غالب اور مسلمانوں کو مغلوب بنانا چاہتے تھے لیکن اللہ عتالی نے ان کی خواہش کے برعکس معاملہ کیا۔

غزوہ بدر عمرو ابن ہشام کی زندگی کا فیصلہ کن معرکہ ثابت ہوا اور اس غزوہ نے اس کے سیاہ اور تاریک دور کا خاتمہ کر دیا حالانکہ ابو سفیان بن حرب نے اپنے قاصد کے ذریعے لشکر کے سپہ سالار ابو جہل کو پیغام دیا کہ وہ مسلمانوں کے حملہ کے خطرے سے محفوظ ہو گیا ہے اب لشکر کی ضرورت نہیں اس لیے آپ لوگوں کو مکہ واپس لے جائیں۔ جب یہ پیغام پہنچا تو کفار کا لشکر جحفہ کے مقام پر خیمہ زن تھا جو کہ مکہ سے چار میل کے فاصلے پر ہے لیکن عمرو ابن ہشام نے اس کی بات کی پروانہ کی اور کہا:

''حتى فحضر بدو فنعيم فيه ثلاثه ايام و نحر، الجذور النيهم الطعام ونسقى الخرا وتعذف علينا القيان بالعاذف و شمرج بنا العرب وبميسرنا وجمعنا فلا تذالون بها بوننا ابدا فامضوا۔''(۲۳)

''بخدا ہم ہر گز نہی جائیں گے یہاں تک کہ ہم بدر پہنچیں وہاں تین دن قیام کریں گے اونٹوں کو ذبح کریں گے وہاں سارے لشکر کو کھانا کھلائیں گے، شراب کے جام پر جام لنڈ جائیں گے ہمارے کنیزیں سارنگیاں اور دفیں بجا کر رقص و سرور کی محفل گرم کریں گی سارا عرب ہمارے متعلق ہمارے سفر کے متعلق اور ہمارے لشکر کے بارے میں سنے گا پھر ہمیشہ کے لیے وہ ہم سے خوف زدہ رہیں گے اسے دوستو بڑھتے چلو۔''

عمرو ابن ہشام کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ صلح جوئی یا امن و امان کی پالیسی پر عمل پیرا ہونے کو بالکل تیار نہیں تھا بلکہ جب ابو سفیان کا قاصد پیغام لے کر آیا تو بہت سارے نیک طبع لوگ بھی اس بات پر راضی ہو گئے لیکن عمرو ابن ہشام کی ہٹ دھرمی اور ذاتی بغض و عداوت اور بے حسی نے اس لشکر کو مسلمانوں کے سامنے کھڑا کر دیا، عمرو ابن ہشام کے میدان بدر میں پہنچنے کے بعد اس کے منہ سے بے ساختہ یہ جملے نکلے:

''اللهم اقطعنا للرحم واننا بمالا يعرف فاحن الغداة اللهم من كان احب اليک وارضى عندک فانصر اليوم۔''(۲۴)

''اے اللہ جو ہم دونوں فریقوں سے زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے اور غیر معروف چیزیں لانے والا ہے اس کو ہلاک کر دے یا اللہ جو تیرا زیادہ محبوب ہے اور جو تیرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے آج اس کی مدد فرما۔''

اس کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کتنا سچا اور اللہ کا محبوب جانتا تھا۔ لیکن اللہ تعالی نے اس کے منہ سے یہ الفاظ کہلوا کر اس کو غارت و رسوا کر دیا اور روئے زمین سے اس کے ناپاک وجود کو اٹھا لیا۔ اللہ رب العالمین کے نزدیک وہ کتنا محبوب و عزیز تھا اس کا اندازہ اس کی ہلاکت سے لگایا جا سکتا ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالی نے اس کو اس کے ہم پلہ آدمی سے نہیں بلکہ دو نو عمر جوانوں سے ہلاک کروایا اس کی ہلاکت کا واقعہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان سے یوں بیان کیا:

''میں جنگ بدر کے روز صف کے اندر تھا کہ اچانک مڑ کر دیکھتا ہوں کہ دائیں بائیں دونوں عمر جوان ہیں میں ان کی موجودگی سے حیران ہو گیا کہ اتنے میں ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا اے چچا'' هل تعرف اباجهل'' چچا جان کیا آپ ابو جہل کو جانتے ہیں؟ میں نے جواب دیا بھتیجے میں اسے خوب جانتا ہوں تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ ہمیں پتہ چلا ہے ک وہ ہمارے آقا ﷺ کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتا ہے ان میں سے ایک نوجوان نے کہا:

والذى نفسى بيده لئن رايته لا يفارق سوارى سواده حتى يبوت الاعجل منا۔

بخدا اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میرا بدن اس کے بدن سے جدا نہ ہو گا جب تک ہم دونوں میں سے وہ مر نہ جائے جسے مرنے کی جلدی ہے۔

اتنے میں دوسرے شخص نے مجھے اشارے سے متوجہ کر کے یہی بات کہی میں نے چند لمحوں بعد دیکھا کہ ابو جہل لوگوں کے درمیان چکر کاٹ

رہا ہے میں نے کہا: ارے دیکھتے نہیں یہ رہا تم دونوں کا شکار جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے چند ہی لمحوں بعد دیکھا کہ ابو جہل پر اپنی تلواریں لیے جھپٹ پڑے اور اسے مار کر قتل کر دیا پھر پلٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کس نے قتل کیا ہے؟ دونوں ے کہا میں نے قتل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اپنی تلواریں پونچھ چکے ہو؟ بولے نہیں آپ ﷺ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا تم دونوں ے قتل کیا ہے البتہ ابو جہل کا سامان معاذ بن عمر بن جموع کو دیا دونوں حملہ آوروں کا نام معاذ بن عمر بن جموع اور معاذ بن عفرا ہے۔"(۲۵)

عمرو ابن ہشام کے قتل ہو جانے کے بعد پیغمبر خدا ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ابو جہل کی لاش تلاش کرو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے آقا ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ابو جہل کی لاش کی تلاش میں نکلے تو ایک جگہ پہنچے اور ابو جہل کو زمین پر گرا ہوا پایا وہ مرنے کے قریب تھا اس کا سارا جسم فولادی زرہ میں چھپا ہوا تھا اس نے اپنی تلوار اپنے رانوں پر رکھی ہوئی تھی اور کمزوری کے باعث کسی بھی عضو کو حرکت نہیں دے سکتا تھا۔ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں عمرو ابن ہشام کو دیکھا تو پہنچان لیا آپ نے اس کے گرد چکر کاٹا حالت نزاع میں بھی اس کے غرور و تکبر کا عالم یہ تھا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب اس کی چھاتی پر چڑھ گئے تو وہ بولا:

"لق رقيت مرتعنى صعبايا دولعى ال عنيم"(۲۶)

"اے بکریوں کے نکمے چرواہے تو نے بڑے دشوار زینہ پر قدم رکھا ہے۔"

عمرو ابن ہشام کے ان الفاظ سے ہی نہیں اس کا غرور و تکبر واضح ہوتا بلکہ اس نے حالت نزاع میں جب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی چھاتی پر سوار تھے ایسے الفاظ کہے جن سے عداوت کا لاوا پھوٹ پھوٹ کر ابل رہا ہے اور جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے کفر و شرک میں کتنا پختہ تھا اور حضور ﷺ کے ساتھ اس کی نفرت و عداوت کس حد تک بڑھتی ہوئی تھی عمرو ابن ہشام نے سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر نگاہ ڈالی اور کہا:

"ابلغ محمد عليه الصلاة والسلام انى مدل عواله سائز الدهرا وليوم اشد عداوه له۔"(۲۷)

"اپنے نبی ﷺ کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں عمر بھر اس کا دشمن رہا ہوں اور اس وقت بھی ان کے بارے میں میرا جذبہ عداوت بہت شدید ہے۔"

عمرو ابن ہشام کی اس متکبرانہ گفتگو کے بعد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سر کاٹ لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لا کر حاضر کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کے دشمن ابو جہل کا یہ سر ہے۔ حضورت ﷺ نے تین بار فرمایا: الحمد للہ الذی اعذ الاسلام واھلہ اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی۔ پھر حضور ﷺ سر بسجود ہو گئے پھر فرمایا ہر "امت میں ایک فرعون ہوتا ہے امت مسلمہ کا فرعون ابو جہل تھا۔"

"الحمد الله الذى صدق و عده و نصرا عبده و هئام الاحزاب وحده۔"(۲۸)

''سب تعریفیں اللہ تعالی کے لیے جس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا سارے لشکروں کو شکست دی۔''

نبی کریم ﷺ کو اس کے قتل ہونے پر اتنی خوشی تھی کہ آپ ﷺ نے خوشی سے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا اور تین بار اپنی زبان اطہر سے ارشاد فرمایا:

''الحمد الله الذی اعزا الاسلام واهله''(۲۹)

''حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے اسلام کو اسلام کے ماننے والوں کو عزت بخشی۔''

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے خوش ہو کر سجدہ شکر ادا کیا۔

عمرابن ہشام کی موت پر ایک طرف یعنی مکہ مکرمہ میں کہرام مچا ہوا تھا تو دوسری طرف یعنی مدینہ منورہ میں خوشی کا سماں تھا، معصوم بچے جنہیں دوست اور دشمن میں تمیز کرنے کا علم نہیں ہوتا وہ بھی مدینے کی گلیوں میں خوشی سے دوڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

''قتل ابوجهل الفاسق-''(۳۰)

''فاسق و فاجر ابو جہل قتل کر دیا گیا۔''

اس مقالہ کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام مخالف تحریک کو ایک منظم اور پرکشش تحریک بنانے میں عمرو ابن ہشام کا سب سے نمایاں کردار تھا۔ عمرو ابن ہشام کی اسلام دشمن پالیسی کا اظہار صرف مسلمان مؤرخین نے نہیں کیا بلکہ مشہور انگریز مؤرخ واٹ نے لکھا ہے کہ ''عمرو ابن هشام اسلام کا نمایاں ترین دشمن تھا'' عمرو ابن هشام کی اسلام دشمن پالیسی کے نمایاں ترین اسباب میں قبائلی و خاندانی عصبیت کے ساتھ ساتھ ذاتی، انفرادی و شخصی منافرت تھی۔ اس کے ع لاوہ اس کی مخالفت کی وجہ لالچ و بغض ور حسد ور شک بھی تھا۔ عمرو ابن ہشام نے اپنی اسی نفرت اور مخالفت کی پالیسی کو اسلام مخالف تحریک میں بڑی ذہانت اور سلیقے سے تبدیل کر دیا۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جیسے ہی پیغمبران خدا اور بادیان برحق کی طرف سے دعوت اسلام کا آغاز ہوا تو مخالفت و مخاصمت شروع ہو گئی۔ یعنی جہاں دعوت حق ہوتی ہے وہاں مخالفت مد مقابل آجاتی ہے۔ انبیاء کرام علیہ السلام کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ ہر زمانے میں ہر جگہ، ہر قوم نے دعوت اسلام کے پیغام، تعلیمات نبوی اور احکامات خداوندی کی مخالفت ضرور کی ہے۔ سیدنا نوحؑ کے طویل زمانہ نبوت سے لے کر جناب سیدنا عیسیٰؑ کے مختصر زمانہ نبوت تک پیغام خدا کی مخالفت کرنے والوں کا رویہ اور سلوک تقریباً ایک جیسا رہا ہے اس لیے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ جب رسول دو عالم ﷺ عرب میں جلوہ گر ہوتے تو آپ ﷺ کی مخالفت نہ کی جاتی۔ آپ ﷺ کی تکذیب نہ کی جاتی اور آپ ﷺ کو ستایا نہ جاتا۔ لیکن جس انداز میں عمرو ابن ہشام نے اسلام مخالف تحریک کو پروان چڑھایا اور جس طرح اس نے رحمت عالم ﷺ کی دشمنی و مخالفت کی اس کی مثال بنی نوع انسانیت کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔

مختصر یہ کہ عمرو ابن ہشام کی اسلام مخالف تحریک کو اللہ تعالی نے غزوہ بدر میں گل کر دیا۔ خدائے لم یزل نے اپنی حکمت و دانش سے دعوت اسلام کے پیغام کی حقانیت کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔ اس کی مربوط و منظم کوشش کو ناکام و نامراد بنا کر یہ ثابت کر دیا کہ جہاں حق ہوتا

ہے وہاں اس کی مخالفت لازم کی جاتی ہے۔ دعوت خداوندی کی شناخت اور پہچان یہی ہے کہ وہ عمرو ابن ہشام جیسے سرداروں، سرمایہ داروں، دنیاداروں، عیش پرستوں کو آسانی سے برداشت نہیں ہوتی کیونکہ حق ہمیشہ کڑوا اور تلخ ہوتا ہے۔ اس کی لذت اور چاشنی صرف ان مقدس ارواح رکھنے والے لوگوں کو میسر آتی ہے جو پاکیزہ اور فطرت سلیم ہوں۔ جن کے باطن اخلاق حمیدہ اور امن و سلامتی سے مزین ہوں۔

## حوالہ جات


1۔ ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع البصری، الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، 1968ء، ص166

2۔ نثار احمد، ڈاکٹر (مقالہ: مخالفت قریش، نوعیت، اسباب، احوال، تاریخ)، سہ ماہی السیرہ عالمی، کراچی: شمارہ14، اکتوبر 2005ء، ص111

3۔ ابن اسحق، محمد بن اسحق بن یسار، کتاب المبتداء والمبعث والمغازی، رباط: دار المعارف، 1382ھ، ج ا، ص176

4۔ الانعام: ۶، 33

5۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر القریشی، تفسیر القرآن العظیم، بیروت: دار الفکر، 1381ھ، ج ۴، ص488

6۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر القریشی، البدایہ والنھایہ، القاہرہ: المعارف، 1417ھ، ج ۴، ص232

7۔ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب الحمیری، السیرۃ النبویہ، الاردن: مکتبۃ المنار، 1988ء، ج ۲، ص222

8۔ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، کتاب العبر و دیوان المبتدا و النجبرہ، بیروت: دار صادر، 1966ء، ج ۴، ص382

9۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص225

10۔ ابن الاثیر، عز الدین ابو الحسن علی بن محمد، الکامل فی التاریخ، قاہرہ: دار الحلال، 1978ء، ج ۲، ص122

11۔ ابن قیم، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، 1978ء، ج ۲، ص212

12۔ العلق: 96، 6۔19

13۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۴، ص490

14۔ بلاذری، احمد بن یحیی بن جابر، انساب الاشراف، القاہرہ: دار الکتاب، 1985ء، ج ۲، ص410

15۔ احمد بن حنبل، امام، مسند احمد، بیروت: المکتب الاسلامی، 1989ء، ج ۳، ص232

16۔ النحل: 16، 106

17۔ ابن سید الناس، ابو الفتح محمد بن محمد، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیرۃ، مکتبۃ القدسی، 1356ھ، ج ۴، ص335

18۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص293

19۔ ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ج ۴، ص275

20۔ الشامی، محمد بن یوسف الصالحہ، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، القاہرہ: لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، 1392ھ، ج ۴، ص171

21۔ الانفال: 8، 30

22۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۳، ص168

23۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص295

24۔ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، ج۶، ص126

25۔طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن طبری، تاریخ الامم والملوک، بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1975ء، ج۲، ص220

26۔ایضاً ص221

27۔محمد کرم شاہ، پیر: ضیاء النبی ﷺ، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2002ء، ج۵، ص692

28۔شامی: سبل الہدی والرشاد، ج۴، ص211

29۔کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ج۲، ص288

30۔ایضاً